اسلام نے کامل مذہبی آزادی دی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹؍مارچ ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا وَّلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ (البقرۃ:۱۲۰)

اور پھر حضور انور نے فرمایا:۔

اس آیت میں حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخاطب ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، مبعوث کیا ہے بشیر اور نذیر بنا کر اور اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ کے متعلق تجھ سے باز پرس نہیں کی جائے گی۔

قرآن کریم نے یہاں یہ نہیں کہا کہ کافروں کے متعلق تجھ سے باز پرس نہیں کی جائے گی بلکہ یہ کہا کہ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ کے متعلق تجھ سے باز پُرس نہیں ہوگی۔ تیری یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ کوئی دوزخ میں جاتا ہے یا نہیں جاتا۔

اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ کے معنی سمجھنے کے لئے جب ہم قرآن کریم ہی کو دیکھتے ہیں اور وہیں سے ہمیں صحیح معنی پتا لگ سکتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ یا اَصۡحٰبُ النَّارِ، دوزخ کی آگ میں پڑنے والوں کا جہاں ذکر کیا ہے وہاں تین بڑے گروہ ہیں جن کا ذکر اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ یا اَصۡحٰبُ النَّارِ کے الفاظ سے کیا گیا

ہے۔ ان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تجھ سے ان تینوں گروہوں کے جہنم میں جانے کے متعلق باز پُرس نہیں ہوگی۔

پہلا گروہ ان میں سے وہ ہے جس کا ذکر سورۃ مائدہ کی آیت ۱۱ میں بیان ہوا۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہوں کو اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، جو دلائل صداقت کے تھے ان کی تکذیب کی اور خدا تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے نزدیک اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ہیں، دوزخ میں پھینکے جائیں گے۔ یہ گروہ جو ہے آگ میں پڑنے والا ہے۔

دوسرا گروہ جو آگ میں پڑنے والا ہے قرآن کریم کی اصطلاح میں، یہ بھی ایک بڑا گروہ ہے جس کا ذکر سورۃ نساء کی آیت ۱۴۶ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کہ منافق یقیناً جہنم کی گہرائی کے سب سے نچلے حصہ میں ہوں گے۔ پس ایک تو کفار ہوئے جن کا پہلے ذکر تھا اور دوسرے منافق ہوئے جو قرآن کریم کی اصطلاح میں اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ یا اَصْحٰبُ النَّارِ ہیں۔

اور تیسرا گروہ جن کا ذکر قرآن کریم نے اَصْحٰبُ النَّارِ کے زمرہ میں کیا ہے وہ یہ ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۱۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے اور راہِ ارتداد اختیار کرے پھر وہ طبعی موت مرے اس حالت میں کہ وہ ارتداد کے ذریعہ سے جس کفر میں داخل ہوا تھا (ایمان کو چھوڑ کے) اس کفر پر وہ قائم تھا۔ تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں جو نیکیاں کی تھیں اور جو بظاہر قربانیاں دی تھیں لیکن بعد میں ارتداد اختیار کیا تو حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وہ نیک اعمال بھی ان کے کسی کام نہیں آئیں گے اور اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کی نیکیوں کا بدلہ ثواب اور خدا تعالیٰ کی رضا کی شکل میں نہیں ملے گا۔ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ اور ایسے مرتد جو ہیں وہ اَصْحٰبُ النَّارِ ہیں، اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ہیں۔

دوزخی ہیں، دوزخ کی آگ میں پڑنے والے ہیں اور لمبا عرصہ اس میں رہنے والے ہیں۔

ان آیات کی روشنی میں ہمیں تین گروہ نظر آئے اور وَ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ کے یہ معنی ہوں گے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تجھ سے اس بات پر باز پُرس نہیں ہوگی کہ جب تو نے دنیا پر اسلام کو پیش کیا اور صداقت کے دلائل جو خدا تعالیٰ نے ظاہر کئے تھے اور نشاناتِ آسمانی جو تیری صداقت کے لئے آئے تھے وہ تو نے بتائے اور تبلیغ کی اور دعوت دی کہ یہ حق ہے اس کی طرف آؤ۔ لیکن جہاں ایک حصہ نے اس کو قبول کیا وہاں ایک دوسرا حصہ تھا جنہوں نے قبول نہیں کیا اور وہ کافر بن گئے تو کافروں کے متعلق تجھ سے یہ باز پرس نہیں ہوگی، یہ پوچھ گچھ نہیں ہوگی کہ کیوں وہ کفر کی حالت میں مرے اور ایمان نہیں لائے۔ یہ تیری ذمہ داری نہیں ہے۔ تیرا کام صرف البلاغ ہے، دعوت دینا ہے، سمجھانا ہے، ان کے لئے دعائیں کرنا ہے لیکن ہدایت پانے والے نے خود اپنی مرضی سے ہدایت پانی ہے اگر اللہ تعالیٰ اُسے اس کی توفیق دے یا بدقسمت ہوگا اور توفیق نہ پائے گا تو انکار کرے گا۔ بہرحال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا کہ کیوں اتنے دلائل سُننے کے بعد اور معجزات دیکھنے کے بعد ایک دنیا منکرین کے گروہ میں شامل ہوئی اور انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمدؐ کے خدا کا کفر کیا۔

دوسرے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وَ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ کہ وہ لوگ جو ایمان لائے، جنہوں نے کہا کہ ہم خدا اور رسول کی اطاعت کا جؤا اپنی گردنوں پر رکھتے ہیں لیکن ان کا یہ دعویٰ صرف زبان سے تھا عملاً انہوں نے ایثار اور قربانی اور وفا اور ثباتِ قدم کی راہوں کو اختیار کرنے کی بجائے نفاق کی راہوں کو اختیار کیا اور خدا اور رسول سے محبت کرکے اور خدا کی مخلوق سے شفقت کرکے ان کی اسلامی تعلیم اور ہدایت کے مطابق خدمت کرنے کی بجائے فتنہ پیدا کیا اور فساد پیدا کیا اور وسوسے پیدا کئے اور نفاق کی چالوں کو پسند کیا وفا کو چھوڑ کر اور منافق نے کیوں نفاق اختیار کیا؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے باز پرس نہیں ہوگی۔ فرمایا، تیرا کام یہ نہیں کہ ایمان لانے والے کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ ایمان کے تقاضوں کو بھی پورا کرنے والا ہو۔ ایمان کے تقاضوں کو اپنی مرضی سے پورے کرنے والے جو ہیں

انہوں نے خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔ ان کے اوپر کوئی جبر نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی منافق منافقانہ مفسدانہ راہوں کو اختیار کرتا ہے (منافق تو پہلے دن سے ہی ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی ہمیں ایسے واقعات نظر آتے ہیں کہ خطرناک نفاق کا مظاہرہ کرنے والے عبد اللہ بن اُبی ابن سلول جیسے لوگ موجود تھے)۔ پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بری قرار دیا گیا اس الزام سے کہ کیوں بعض نے نفاق کی راہوں کو اختیار کیا۔ وَ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ یہ منافق جو اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کی رو سے جہنم کے بدترین حصوں میں پھینکے جانے والے ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی وجہ سے کوئی الزام عائد نہیں ہوتا، نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی وجہ سے کوئی باز پرس ہوگی۔

تیسرے معنی وَ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ کے تیسری آیت جو میں نے پڑھی ہے اس کی روشنی میں، یہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر باز پرس نہیں کرے گا خدا کہ ایمان لانے کے بعد لوگ مرتد کیوں ہوگئے۔ یہ ذمہ داری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے کہ جو ایمان لے آیا اسے زبردستی دائرۂ اسلام کے اندر پکڑ کے رکھیں۔ یہ اس کا کام ہے۔ ساری بنا ہی آزادی پر ہے جزا اور سزا۔ خدا تعالیٰ کی رضا اور خدا تعالیٰ کے قہر کا جلوہ جو ہے، اس کا انحصار ہر شخص کے اپنے افعال پر ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ کوئی ذمہ داری ہے نہ آپ سے کوئی پوچھ گچھ اس کے متعلق کی جائے گی۔

جماعتوں اور گروہوں کے لحاظ سے یہ تین گروہ ہی ہیں۔ کفر کرنے والے، نفاق کی راہوں کو اختیار کرنے والے اور ارتداد اختیار کرنے والے۔ اور تینوں ''وَ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ'' کے مفہوم کے اندر آتے ہیں کیونکہ تینوں کے متعلق قرآن کریم نے دوزخی اور دوزخ کی آگ میں پڑنے والوں کا لفظ استعمال کیا ہے۔

تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے بَشِيْر اور نَذِيْر بنا کر بھیجا۔ پہلے مفسرین اس بحث میں بھی پڑے ہیں کہ اس آیت میں ''بَشِيْر اور نَذِيْر'' کا تعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے یا حق کے ساتھ ہے کہ ہم نے ایسے حق

کے ساتھ تجھے بھیجا ہے جو حق بشارت دینے والا اور تنبیہہ کرنے والا ہے مگر دوسری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح طور پر بَشِیۡر اور نَذِیۡر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

بات یہ ہے کہ یہ بحث لفظی ہے اس لئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا، خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کروایا ’’اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ‘‘ پس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر کسی کو بشارت دی ہے تو وحی کے نتیجہ میں دی ہے اپنی طرف سے تو نہیں دی کوئی بشارت، اور اگر کسی کو کوئی تنبیہہ کی ہے اور ڈرایا ہے کہ اگر تم یہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا تو اپنی طرف سے تو نہیں ڈرایا۔ وہ تو اسی واسطے ڈرایا کہ خدا نے کہا تھا کہ میں ناراض ہو جاؤں گا اگر تم ایسے کام کرو گے۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشیر اور نذیر ہونا ہی بتاتا ہے کہ جو تعلیم آپ لے کر آئے، جو قرآن کریم آپ پر نازل ہوا وہ قرآن کریم خود بتا رہا ہے کہ کن لوگوں کو خدا تعالیٰ بشارتیں دے رہا اور کن لوگوں پر خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہونے والا ہے اور قرآن کریم ان کو ڈرا رہا ہے کہ دیکھو ایسے کام نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔

تو اس آیت سے بھی ہمیں پتا لگتا ہے کہ اسلام نے کامل مذہبی آزادی دی ہے اور ایک مفسّر نے جیسا کہ میں ابھی بتاؤں گا یہ کہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے دلوں پر تصرف کرنے کی طاقت ہی نہیں دی گئی تھی۔ جب طاقت ہی نہیں دی گئی تو الزام کیسے۔ یعنی لَا تُسۡـَٔلُ کا لفظ بتاتا ہے کہ آپ کو یہ طاقت نہیں دی گئی تھی کہ زبردستی کسی کے دل کی حالت کو بدلیں۔ جب طاقت ہی نہیں تھی تو الزام بھی نہیں۔ پوچھ گچھ بھی نہیں، بازپُرس بھی کوئی نہیں۔

اس سلسلہ میں مَیں نے چند ایک نمونے مشہور مفسّرین کے بھی لئے ہیں کیونکہ جب ہم بات کرتے ہیں تو ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو ہمیں کہتا ہے کہ تم خود ساختہ تفسیر کر رہے ہو۔ پہلوں نے بھی اس کے متعلق کچھ کہا؟ اس لئے میں کچھ نمونے پہلوں کے بھی اس سلسلہ میں لیتا ہوں اور ان کو بیان کر دیتا ہوں۔

ایک مشہور مفسر امام رازیؒ جن کی تفسیر ’’تفسیر کبیر‘‘ کے نام سے مشہور ہے اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”اِعْلَمْ اَنَّ الْقَوْمَ لَمَّا اَصَرُّوْا عَلَى الْعِنَادِ وَ اللَّجَاجِ الْبَاطِلِ وَ اقْتَرَحُوا الْمُعْجِزاتِ عَلٰى سَبِيْلِ التَّعَنُّتِ بَيَّنَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنَّهٗ لَا مَزِيْدَ عَلٰى مَا فَعَلَهٗ فِيْ مَصَالِحِ دِيْنِهِمْ مِنْ اِظْهَارِ الْاَدِلَّةِ وَ كَمَا بَيَّنَ ذٰلِكَ بَيَّنَ اَنَّهٗ لَا مَزِيْدَ عَلٰى مَا فَعَلَهُ الرَّسُوْلُ فِيْ بَابِ الْاِبْلَاغِ وَ التَّنْبِيْهِ لِكَيْ لَا يَكْثُرَ غَمُّهٗ بِسَبَبِ اِصْرَارِهِمْ عَلٰى كُفْرِهِمْ۔“

پھر لکھتے ہیں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہ اس کے معنی یہ ہیں۔

” قَالَ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ يَا مُحَمَّدُ! بِالْحَقِّ لِتَكُوْنَ مُبَشِّرًا لِمَنِ اتَّبَعَكَ وَ اهْتَدٰى بِدِيْنِكَ وَ مُنْذِرًا لِمَنْ كَفَرَبِكَ وَ ضَلَّ عَنْ دِيْنِكَ اَمَّا قَوْلُهٗ تَعَالٰى (وَ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ .... فَفِى التَّاْوِيْلِ وُجُوْهٌ کہتے ہیں بہت سارے معنے لَا تُسْـَٔلُ کے ہوسکتے ہیں۔ اَحَدُهَا: اَنَّ مَصِيْرَهُمْ اِلَى الْجَحِيْمِ فَمَعْصِيَتُهُمْ لَا تَضُرُّكَ وَ لَسْتَ بِمَسْئُوْلٍ عَنْ ذٰلِكَ وَ هُوَ كَقَوْلِهٖ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ وَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ۔

(الثّانی) اِنَّكَ هَادٍ وَ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ فَلَا تَأْسَفْ وَلَا تَغْتَمَّ لِكُفْرِهِمْ وَ مَصِيْرِهِمْ اِلَى الْعَذَابِ وَ نَظِيْرُهٗ قَوْلُهٗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ۔

(الثالث) لَا تَنْظُرْ اِلَى الْمُطِيْعِ وَ الْعَاصِيْ فِى الْوَقْتِ فَاِنَّ الْحَالَ قَدْ يَتَغَيَّرُ فَهُوَ غَيْبٌ فَلَا تُسْئَلُ عَنْهُ وَ فِى الْاٰيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّ اَحَدًا لَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِ غَيْرِهٖ وَ لَا يُؤْخَذُ بِمَا اجْتَرَمَهٗ سِوَاهُ سَوَاءً كَانَ قَرِيْبًا اَمْ بَعِيْدًا۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں کہ تمہیں علم ہونا چاہیئے کہ جب کفار نے مخالفت اور بے فائدہ ضد پر اصرار کیا اور ہٹ دھرمی کے طور پر اقتراحی معجزات کا متواتر مطالبہ کیا تو خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کو کہا کہ اس نے یعنی اللہ تعالیٰ نے دلائل ظاہر کر کے ان لوگوں کی دینی بہتری کے لئے جو کچھ کیا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوسکتا یعنی خدا تعالیٰ نے اس سے زیادہ نہیں کیا دلائل دے دیئے۔ آیاتِ آسمانی نازل کر دیں۔ امام رازیؒ کہتے ہیں اس آیت

میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتا ہے کہ جو میں کر چکا ہوں اس سے زیادہ میں ان لوگوں کی دینی صلاح کے لئے، دینی مصالح کے لئے نہیں کر سکتا۔ میں نے دلائل قائم کر دیئے، حجج قاطعہ ظاہر کر دیں، آیاتِ آسمانی آ گئے صداقت کے اظہار کے لئے اور جیسے خدا تعالیٰ نے یہ بات بیان کی ہے خدا تعالیٰ نے یہ بھی بیان کر دیا کہ جو کچھ رسول نے انہیں تبلیغ کرنے اور تنبیہہ کرنے میں کردار ادا کیا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوسکتا تھا اور ایسا اس لئے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کا غم ان کے کفر پر مصر ہو جانے کی وجہ سے زیادہ نہ ہو جائے۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ تُو ان لوگوں کو جو تیری پیروی کریں اور تیرے دین کے ذریعہ ہدایت پائیں بشارت دے اور جو تیرا انکار کریں اور تیرے دین سے گمراہ ہو جائیں انہیں ڈرائے اور خدا تعالیٰ کا جو فرمان ہے کہ ”وَ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ “ مختلف پہلوؤں سے اس کی تفسیر کی جاسکتی ہے اول یہ کہ **اصحاب الجحیم** ہیں وہ۔ ان کفار کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور ان کی نافرمانی تجھے کوئی نقصان نہیں دے گی یعنی جو ان کی نافرمانی ہے، خود ان کو اس کا نقصان پہنچے گا تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور نہ ہی تجھ سے اس کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ جیسے کہ خدا تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے کہ تیرا فرض تو تبلیغ ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے اور ایک اور جگہ فرمایا کہ اس رسولؐ پر وہ کام کرنا ضروری ہے جو اس کے ذمہ لگایا گیا اور تم پر وہ کام کرنا ضروری ہے جو تمہارے ذمہ لگایا گیا۔ نمبر دو کہتے ہیں کہ دوسرے اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ہدایت دینے والا ہے۔

ہدایت دینے والا دعوت دینے والا، ہدایت پہنچا دینے والا ہے ان تک اور اس معاملہ میں تیرا کوئی اختیار نہیں یعنی اس معاملہ میں کہ وہ مانتے ہیں کہ نہیں تیرا کوئی اختیار نہیں۔ پس تو ان کے کفر اور دوزخ میں جانے کی وجہ سے غم نہ کر۔

اس مطلب کی ایک دوسری آیت بھی ہے جس میں فرمایا کہ تیری جان ان پر افسوس کرتے ہوئے ضائع نہ ہو جائے۔ تیسرے فرمایا کہ تُو موجودہ وقت میں مطیع اور نافرمان کا خیال نہ کر حالات بدلتے رہتے ہیں۔ انہی میں سے تو پھر مسلمان ہو گئے۔ پھر وہ کہتے ہیں اس آیت

سے ایک اور بات کا بھی پتا چلتا ہے وہ یہ کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کی وجہ سے نہ پوچھا جائے گا اور نہ ہی کسی دوسرے کے گناہ کی وجہ سے اس کا مؤاخذہ ہوگا خواہ وہ گنہگار قریبی ہو یا قریبی نہ ہو۔

ابن جریر ایک مشہور مفسر ہیں اپنی تفسیر جامع البیان میں وہ لکھتے ہیں:۔

’’وَ مَعْنٰی قَوْلِهٖ جَلَّ شَانُهٗ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا، اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ يَا مُحَمَّدُ بِالْاِسْلَامِ الَّذِیْ لَا اَقْبَلُ مِنْ اَحَدٍ غَيْرَهٗ مِنَ الْاَدْيَانِ وَهُوَ الْحَقُّ مُبَشِّرًا مَنِ اتَّبَعَکَ فَاَطَاعَکَ وَ قَبِلَ مِنْکَ مَا دَعَوْتَهٗ اِلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِالنَّصْرِ فِی الدُّنْيَا وَ الظَّفَرِ بِالثَّوَابِ فِی الْاٰخِرَةِ النَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ فِيْهَا وَ مُنْذِرًا مَنْ عَصَاکَ فَخَالَفَکَ وَ رَدَّعَلَيْکَ مَا دَعَوْتَهٗ اِلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِالْخِزْیِ فِی الدُّنْيَا وَالذُّلِّ فِيْهَا وَالْعَذَابِ الْمُهِيْنِ فِی الْاٰخِرَةِ (وَ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ) وہ کہتے ہیں اس کے معنے ہیں يَا مُحَمَّدُ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا فَبَلَّغْتَ مَا اُرْسِلْتَ بِهٖ وَ اِنَّمَا عَلَيْکَ الْبَلَاغُ وَ الْاِنْذَارُ وَ لَسْتَ مَسْئُوْلًا عَمَّنْ کَفَرَ بِمَا اَتَيْتَهٗ بِهٖ مِنَ الْحَقِّ وَ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَحِيْمِ۔ (تفسیر جامع البیان)

وہ کہتے ہیں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تجھے اس دینِ اسلام کے ساتھ بھیجا ہے جس کے سوا میں کسی اور دین کو کسی سے قبول نہیں کروں گا اور دینِ اسلام حق ہے۔ جو شخص تیری پیروی کرے، تیری اطاعت کرے اور جس حق کی تو نے اسے دعوت دی ہے اسے وہ قبول کرے تو یہ حق جو ہے وہ اسے بشارت دیتا ہے کہ دنیا میں اس کی مدد کی جائے گی اور آخرت میں اسے ثواب دیا جائے گا اور اسے دائمی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ اس کے برعکس جو تیری بات نہ مانے، تیری مخالفت کرے اور جس حق کی طرف تو نے اسے دعوت دی ہے اسے وہ رد کردے تو اسے یہ حق جو ہے وہ تنبیہہ کرتا ہے کہ اسے دنیا میں ذلت پہنچے گی اور وہ خوار ہوگا اور آخرت میں اسے ذلّت آمیز عذاب دیا جائے گا۔

وَ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ کہتے ہیں پس معنی یہ ہوئے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تجھے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ پس جو پیغام تجھے دیا گیا تو نے

وہ پہنچا دیا اور تیرا کام پہنچا دینا اور تنبیہہ کر دینا ہے اور تجھ سے ان لوگوں کے متعلق سوال نہ کیا جائے گا جنہوں نے اس حق کا انکار کیا جو تو ان کے پاس لے کر آیا اور وہ دوزخیوں میں شامل ہوگئے۔

تیسرا حوالہ میں نے لیا ہے امام قرطبی کی تفسیر سے۔ وہ اپنی تفسیر ’’الجامع لاحکام القرآن‘‘ میں لکھتے ہیں کہ اَلْمَعْنٰی اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا غَیْرَ مَسْئُوْلٍ۔ کہ ہم نے تجھے بشیر اور نذیر کر کے بھیجا ہے اور تجھ سے ان لوگوں کے بارہ میں پوچھ گچھ نہ ہوگی، باز پرس نہ کی جائے گی۔

علامہ محمود الوسی کی ایک مشہور تفسیر ہے روح المعانی اس میں اس آیت کی تفسیر یوں آئی ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ اَیْ مُتَلَبِّسًا مُؤَیِّدًا بِہٖ ...... وَ الْمُرَادُ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ لِاَنْ تُبَشِّرَ مَنْ اَطَاعَ وَ تُنْذِرَ مَنْ عَصٰی لَا لِتُجْبِرَ عَلَی الْاِیْمَانِ فَمَا عَلَیْکَ اِنْ اَصَرُّوْا وَ کَابَرُوْا۔ اور وہ وَ لَا تُسْئَلُ کے متعلق کہتے ہیں اَیْ اَرْسَلْنٰکَ غَیْرَ مَسْئُوْلٍ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِیْمِ مَا لَھُمْ یُؤْمِنُوْا بَعْدَ اَنْ بَلَّغْتَ مَا اُرْسِلْتَ بِہٖ وَ اَلْزَمْتَ الْحُجَّۃَ عَلَیْھِمْ(روح المعانی)۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور اس کے ذریعہ تیری تائید کی گئی ہے اور کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اے رسول ہم نے تجھے اس لئے بھیجا ہے تا تُو ان کو جو اطاعت اختیار کریں خوشخبری دے اور جو نافرمانی کریں تنبیہہ کرے۔ تجھے اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ تو کسی کو ایمان لانے پر مجبور کرے۔ یہاں میں یہ زائد کروں گا کہ اصحاب الجحیم کے جو قرآن کریم نے تین گروہ بیان کئے تھے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ تجھے اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ تُو کسی کو ایمان لانے پر مجبور کرے یا کسی کو ایمان کے تقاضوں کے پورا کرنے پر مجبور کرے کہ وہ نفاق کی راہوں کو اختیار نہ کریں یا کسی کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ ایمان لانے کے بعد ارتداد اختیار نہ کریں۔

پس اگر وہ کفر پر اصرار کریں یا نفاق کی راہوں کو اختیار کریں یا ایمان لانے کے بعد ارتداد اختیار کریں اور فضول جھگڑا کریں تو اس میں تیرا کوئی نقصان نہیں اور تجھ پر کوئی الزام نہیں۔

شیخ اسماعیل حقی کی تفسیر ہے روح البیان، وہ لکھتے ہیں:-

’’(اِنَّا اَرۡسَلۡنٰکَ)حَالَ کَوۡنِکَ مُتَلَبِّسًا (بِالۡحَقِّ) مُؤَیِّدًا بِہٖ وَ الۡمُرَادُ اَلۡحُجَجُ وَ الۡاٰیَاتُ وَ سُمِّیَتۡ بِہٖ لِتَأۡدِیَتِھَا اِلَی الۡحَقِّ (بَشِیۡرًا) حَالَ کَوۡنِکَ مُبَشِّرًا لِمَنِ اتَّبَعَکَ ...... (وَنَذِیۡرًا) اَیۡ مُنۡذِرًا وَّ مُخَوِّفًا لِمَنۡ کَفَرَبِکَ وَ عَصَاکَ وَ الۡمَعۡنٰی اَنَّ شَأۡنُکَ بَعۡدَ اِظۡھَارِ صِدۡقِکَ فِیۡ دَعۡوَی الرِّسَالَۃِ بِالدَّلَائِلِ وَ الۡمُعۡجِزَاتِ لَیۡسَ اِلَّا الدَّعۡوَۃُ وَالۡاِبۡلَاغُ بِالتَّبۡشِیۡرِ وَالۡاِنۡذَارِ لَا اَنۡ تُجۡبِرَھُمۡ عَلَی الۡقُبُوۡلِ وَ الۡاِیۡمَانِ فَلَا عَلَیۡکَ اِنۡ اَصَرُّوۡا عَلَی الۡکُفۡرِ وَالۡعِنَادِ۔‘‘ (روح البیان) کہتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد دلائل اور نشانات ہیں اور بَشِیۡرًا تو بشارت دینے والا ہے ان کو جو تیری پیروی کریں اور نَذِیۡرًا اور تو ڈراتا ہے انہیں جو تیرا انکار کریں، تیری نافرمانی کریں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دلائل اور معجزات کے ذریعہ تیرے دعوائے رسالت کی سچائی کے اظہار کے بعد تیرا کام یہی ہے کہ تو اس حق کی طرف دعوت دے اور اسے لوگوں تک پہنچا دے خواہ خوشخبری دے کر یا ڈرا کر۔ تیرا یہ کام نہیں کہ تو ان کو حق کے قبول کرنے یا اس پر ایمان لانے کے لئے مجبور کرے اور تیرے پر کوئی الزام نہیں کہ دلائل اور معجزات کے بعد انہوں نے کفر اور مخالفت پر اصرار کیوں کیا۔ تیرا کام پہنچانا تھا تو نے پہنچا دیا اور لَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِیۡمِ یہ باز پرس نہیں ہوگی کہ کیوں وہ ایمان نہیں لائے۔

ایک تفسیر ہے ’’تفسیر المنار‘‘ الامام الشیخ محمد عبدہٗ لیکچر دیا کرتے تھے ان کے ایک شاگرد ہیں سید رشید رضا صاحب انہوں نے ان کے جو لیکچر تھے یعنی قرآن کریم کے درس ان کو اکٹھے کر کے شائع کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ:-

اِنَّا اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡعَقَائِدِ الۡحَقِّ الۡمُطَابِقَۃِ لِلۡوَاقِعِ وَالشَّرَائِعِ الصَّحِیۡحَۃِ الۡمُوۡصِلَۃِ اِلٰی سَعَادَۃِ الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ۔ بَشِیۡرًا لِّمَنۡ یَّتَّبِعُ الۡحَقَّ بِالسَّعَادَتَیۡنِ (یعنی سعادتِ دنیا اور آخرت) وَ نَذِیۡرًا لِّمَنۡ لَا یَأۡخُذُ بِہٖ بِشَقَاءِ الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ۔ وَلَا تُسۡئَلُ عَنۡ اَصۡحَابِ الۡجَحِیۡمِ اَیۡ فَلَا یَضُرُّکَ تَکۡذِیۡبُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ الَّذِیۡنَ یُسَاقُوۡنَ بِجُحُوۡدِھِمۡ اِلَی الۡجَحِیۡمِ لِاَنَّکَ لَمۡ تُبۡعَثۡ مُلۡزِمًا لَّھُمۡ وَ لَاجَبَّارًا

عَلَيْهِمْ فَيُعَدُّ عَدَمُ اِيْمَانِهِمْ تَقْصِيْرًا مِّنْكَ تُسْأَلُ عَنْهُ بَلْ بُعِثْتَ مُعَلِّمًا وَّ هَادِ بِالْبَيَانِ وَ الدَّعْوَةِ وَ حُسْنِ الْاُسْوَةِ لَاهَادِيًا بِالْفِعْلِ وَ لَا مُلْزِمًا بِالْقُوَّةِ۔ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ۔(تفسیر المنار) یہ کہتے ہیں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تجھے عقائدِ حقہ کے ساتھ جو واقعات کے مطابق ہیں اور صحیح احکام کے ساتھ جو دینی اور دنیوی سعادت تک پہنچانے والے ہیں بھیجا ہے۔ بَشِيْرًا اور تُو بشارت دینے والا ہے دونوں قسم کی سعادت کی ہر اس شخص کو جو حق کی پیروی کرے۔ وَ نَذِيْرًا اور ڈرانے والا ہے دنیا اور آخرت کی بدبختی سے اسے جو اسے اختیار نہ کرے۔ وَ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ اُن مکذبین کی تکذیب تجھے کوئی ضرر نہیں پہنچائے گی جو اپنے انکار اور تکذیب کی وجہ سے جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے کیونکہ تو اس لئے مبعوث نہیں کیا گیا کہ تو ان پر دباؤ ڈالے یا انہیں مجبور کرے ایمان پر کہ ایمان نہ لانے کو تیری کوتاہی شمار کیا جائے اور اس کے متعلق تجھ سے باز پُرس کی جائے بلکہ تُو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تو تعلیم اور ہدایت دے۔ حق کو بیان کرے۔ اس کی دعوت دے اور نیک نمونہ پیش کرے۔ اپنے اسوہ سے ان کو صداقت کی طرف بلائے نہ اس لئے کہ تو انہیں عملاً مجبور کر کے بالجبر ہدایت یافتہ بنائے یا اپنی طاقت سے ان پر دباؤ ڈالے۔

دوسری جگہ فرمایا تیرا ذمہ نہیں کہ تو انہیں ضرور ہدایت تک پہنچائے لیکن اللہ تعالیٰ خود ہدایت دیتا ہے اسے جسے چاہتا ہے اور اس آیت میں ایک سبق بھی ہے کہ انبیاء کو بطور معلم کے بھیجا جاتا ہے نہ کہ بطور داروغہ کے اور نہ انہیں لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنے کی طاقت حاصل ہوتی ہے یعنی ان کو یہ طاقت ہی نہیں دی گئی کہ لوگوں کے دل بدلیں۔ کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خدا تعالیٰ نے دل بدلنے کی طاقت نہیں دی تھی۔ اس میں خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہے کہ میں نے دلائل مہیا کر دیئے، آسمانی نشان ان کو دکھا دیئے۔ اس سے زیادہ ان کی دینی بہبود کے لئے میں (خدا جو ساری طاقتوں کا مالک ہے) بھی اور کچھ نہیں کروں گا۔ ان کی مرضی پر چھوڑا ہے وہ میری رضا کی راہوں پر چلتے ہیں یا اپنے بدعملیوں کے نتیجہ میں میرے غصے کو بھڑکاتے ہیں۔

تو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء کو بطور معلم کے بھیجا جاتا ہے نہ کہ بطور داروغہ کے اور نہ انہیں لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنے کی طاقت حاصل ہوتی ہے نہ انہیں جبر و اکراہ کے لئے حکم ہوتا ہے۔ پس جب کبھی وہ جہاد کرتے ہیں تو صرف حق کے دفاع کے لئے نہ اس لئے کہ لوگوں کو وہ حق ماننے پر مجبور کریں۔

آخری حوالہ بہت پرانی تفسیر کا نہیں بلکہ ماضیٔ قریب کی ہے یہ تفسیر۔ تو جیسا کہ پہلے بھی خطبوں میں میں بیان کر چکا ہوں ایک آیت اس مضمون پر روشنی ڈالتی ہے۔ ہم سب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن کریم کہتا کیا ہے؟ حکم تو شریعتِ قرآنیہ کا چلے گا اور خدا کہتا ہے کہ میں بھی جبر نہیں کرتا اور میرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جبر نہیں کرتا۔ اس آیت کے یہی معنے کئے ہیں ان مفسرین نے کہ خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ میں جبر نہیں کرتا۔ میرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جبر نہیں کرتا اور اس وجہ سے وَ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ اگر کوئی انکار کرتا ہے، کوئی نفاق کی راہوں کو اختیار کرتا ہے۔ کوئی مرتد ہو جاتا ہے ایمان لانے کے بعد، کسی پہ جبر کوئی نہیں۔ لیکن کام یہ ہے کہ ڈراؤ اُن کو نہیں مانو گے تو خدا تعالیٰ کے غضب کی آگ میں جلو گے۔ منافقانہ راہوں کو اختیار کرو گے تو قہرِ الٰہی کی وہ تجلی ظاہر ہو گی کہ تمہاری نسلیں بھی کانپ اٹھیں گی۔ یہ انذار کیا ہے اور اگر ارتداد کی راہوں کو اختیار کرو گے تو خدا تعالیٰ کی گرفت میں آؤ گے۔ یہ انذار کر دو، ان کو سمجھا دو اور اگر مانو گے خدا کے پیار کو پاؤ گے۔ دیکھو خدا کتنا پیار کرنے والا ہے۔ ایک حصہ تو اس کے پیار کا مومن اور کافر ہر دو پر ظاہر ہوتا ہے اس کی رحمانیت کے نتیجہ میں اور ایک حصہ اس کے پیار کا اس کی رحیمیت کے نتیجہ میں صرف ان لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے جو اس کے پہلے پیار کے بعد، رحمانیت کے جلووں کے بعد خدا کے مزید پیار کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے عبد بن کر اس کی رضا کی جنتیں حاصل کرتے ہیں اس دنیا میں یا اخروی جنتیں پاتے ہیں وفات کے بعد۔ مرنے کے بعد ملنے والی جنتوں کے متعلق تو کہا گیا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا ان کو نہ کسی کان نے سنا۔ اس کا تو ہم تصور ہی نہیں کر سکتے۔ اتنا ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی زندگی ہے جس زندگی کا ہر لحظہ اور ہر سیکنڈ روحانی سرور اور خدا تعالیٰ کے پیار کی لذت سے معمور ہے۔ خدا تعالیٰ کس رنگ میں پیار کرے گا اور

کس رنگ میں وہ لذتِ روحانی عطا کرے گا یہ خدا ہی جانتا ہے یا وہ جانتے ہیں جو اس وقت جنت میں بیٹھے ہیں ہم تو اس ابتلا کی دنیا میں بستے ہیں اور اپنی فکر کرنی چاہیئے یہاں اور کوشش کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور خوش ہو اور ہمیں جب اس نے توفیق دی ہے ایمان لانے کی تو جو دروازے خدا تعالیٰ سے دوری کے جہنم کے خاتمہ بالخیر ہونے تک کھلے ہیں ہمارا فرض ہے کہ خاتمہ بالخیر تک پیٹھ کر کے ان دروازوں کی طرف قدم آگے بڑھائیں۔ ان کی طرف منہ کر کے نہ چلیں اور ان کے اندر داخل نہ ہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ابدی جنتوں کا ہمیں وارث بنا دے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ نفاق کا دروازہ اور ارتداد کا بند نہیں۔ کوئی جبر نہیں ہے۔ اگر کوئی منافق بننا چاہتا ہے تو جبراً اسے روکا نہیں جا سکتا لیکن سزا اس کی بڑی سخت ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۔ اگر کوئی ارتداد اختیار کرتا ہے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ خدایا میں نے بیس سال تو تیری پاک جماعت میں شامل رہ کر تیری راہ میں قربانیاں دی تھیں ان کا بدلہ تو مجھے دے۔ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا ان کے ایسے اعمال ضائع ہو جائیں گے ان کا بھی کوئی بدلہ نہیں ملے گا مرتد کو یہ یاد رکھنا چاہیئے اور مرتد بنانے کی کوششیں بھی ہوتی ہیں شیطان کا یہ بھی کام ہے۔ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ کے جو تین معنے ہیں ان کی رو سے شیطان کے بھی تین کام ہیں۔ ایک اس کا کام ہے کہ انسان سے کفر کروائے یعنی قبول ہی نہ کرے صداقت کو جو اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ میں بیان ہوا ہے۔ دوسرے شیطان کا یہ کام ہے جس وقت کوئی ایمان لے آتا ہے تو بڑا تلملاتا ہے شیطان۔ یہ کیا ہو گیا۔ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ پھر وہ وسوسے پیدا کر کے انسان کو نفاق کی طرف لانے کی کوشش کرتا ہے اور یا وسوسے پیدا کر کے اسے ارتداد کی طرف لانے کی کوشش کرتا ہے۔ کسی شخص کا یہ کہنا کہ چونکہ میں ایک دفعہ ایمان لے آیا علیٰ وجہ البصیرت اس واسطے شیطان کی طاقتیں جو ہیں وہ اس سے جہاں تک میرے نفس کا تعلق تھا چھین لی گئیں، یہ غلط ہے۔ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا شیطان اسلام لے آیا۔ لیکن دوسروں کے متعلق تو یہ نہیں کہا تھا کہ ان کا شیطان بھی ایمان لے آیا۔ پاک و مطہر بھی بہت گزرے لیکن ہر ایک کو لرزاں ترساں اپنی زندگی کے دن گزارنے چاہئیں۔

شیطان کے حملہ سے بچنے کے لئے ہمیں سکھایا **لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ**۔ اس سے شیطان دور بھاگتا ہے۔ لوگ جانتے تو ہیں مگر سمجھتے کم ہیں اس لئے ہمیں یہ بتایا گیا کہ اگر شیطان کے حملہ سے بچنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ اپنی طاقت سے تم بچ نہیں سکتے **لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ** جب تک خدا سے طاقت حاصل کر کے شیطان کا مقابلہ نہیں کرو گے شیطان کے وار سے نہیں بچ سکو گے۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اس کی توفیق عطا کرے کہ ہم خدا سے طاقت حاصل کریں اور شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہ کر نفاق اور ارتداد سے ہم میں سے ہر ایک بچنے والا ہو، ہر ایک بلا استثنا تا کہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کا جلال دنیا میں ظاہر ہو اور ہر انسان جو ہے وہ خدا تعالیٰ کی توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے ایک خاندان کی حیثیت میں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۷؍ جون ۱۹۷۹ء صفحہ ۲ تا ۶)